# ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا نوراً من نور اللہ'' کی حقیقت

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم'' لاہور

﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم ......الخ﴾

مشہور پنجابی نعت گو مولوی نور محمد ایمن آبادی مرحوم نے اپنی نعت میں اس آیت کریمہ وجلیلہ کا منظوم پنجابی ترجمہ یوں کیا تھا:

؎ رب فرماوے اُساں، تُساں نُوں ایسا نبی ملایا جیہڑا خاص تہاڈے وچّوں مرسل ہو کر آیا

انہوں نے ''اَنْفُسِکُمْ'' کا ترجمہ ''خاص تہاڈے وچوں'' کیا۔ تہاڈے یعنی انسانوں میں سے۔ مولوی صاحب مرحوم روائتی نعت گو تھے۔ سیرت کے جلسوں میں نعت پڑھتے اور جلسہ لوٹ لیتے۔ وہ کس درجہ کے عالم دین تھے، اس کا مجھے علم نہیں۔ البتہ پنجاب کے دور دراز علاقوں تک ان کی دل گداز آواز سنی جاتی۔ مگر انہی مولوی صاحب کا یہ مصرعہ بھی موجود ہے۔ ؎ پردے اندر جیہڑا نور سی اوہ بن کے محمد آ گیا

حضور ﷺ سیدنا و مولانا محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کے مبارک تذکرہ کے ساتھ ہی یہ موضوع سر اٹھا لیتا ہے کہ آپ ﷺ ''اللہ کے نور میں سے نور ہیں'' جو قرآن کی محولہ بالا آیت سے صریحاً متصادم ہے۔ جب یہ تضاد سامنے آتا ہے تو پھر اس کی یہ توجیہہ کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ تھے تو (نور من نور اللہ) مگر یہ نور بشریت کے قالب میں ظہور پذیر ہوا اور خاکی والدین کی پشت و شکم سے دنیا میں آیا۔

آیت کریمہ ﴿قل انما أنا بشر مثلکم ...... الخ﴾ [الکھف:۱۱۰] کی موجودگی میں یہ توجیہہ چونکہ محفوظ نہیں رہتی تو پھر اس میں تطبیق پیدا کرنے کیلئے یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کو بشر ماننا ایمان کا تقاضا ہے اور بشر نہ کہنا ادب کا تقاضا ہے۔ اس موقف کی کمزوری گواہی دیتی ہے کہ بات بناتے نہیں بن رہی۔ أنفسکم اور مثلکم کی موجودگی میں، حضور ﷺ کو (نور من نور اللہ) کہنا ممکن نہیں رہتا تو پھر یہ کہا جاتا ہے کہ: آپ ﷺ ہیں تو بشر مگر اس کا تکرار گناہ ہے۔ یعنی بچے جب قرآن حفظ کرتے ہیں تو اس آیت کو ہزار ہزار بار دھراتے ہیں اور تکرار کرتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ قارئین کرام فیصلہ خود ہی فرما لیں کیا بچے واقعی ایسا کر کے گناہ کرتے ہیں؟

مثلکم، یعنی تم جیسے انسان ہیں۔ کمزور ذہن کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ گنہ گار ہیں، سیاہ کار ہیں۔ آقائے نامدار ہم جیسے نہیں ہو سکتے۔ واقعی وہ ان افعال میں ہم جیسے نہیں ہیں۔

قرآن گناہ گاروں، سیاہ کاروں، منکروں اور بدکاروں کو ''اُسفل سافلین'' اور ''کالأنعام بل هم أضل'' کہتا ہے۔ یہ سب انسان اور بشر تھے مگر بوجہ اپنی معصیت وکفر کے اس درجہ سے گرا دیئے گئے۔ ''مثلکم'' کے متصل ہی یہ بھی بتا دیا کہ ان کی طرف وحی آتی ہے جو تمہاری طرف نہیں آتی۔ تم میں اور ان میں یہ امتیاز ایسا ہے جو تم مٹا نہیں سکتے۔ تم صرف بشر ہو وہ بشر رسول ہیں۔ تم گناہ کرتے ہو۔ وہ نہیں کرتے۔ تم درجہ بشریت سے بسبب اپنی معصیت کے گر بھی سکتے ہو مگر وہ اورنگِ انسانیت و بشریت کے مستقل تاجدار ہیں۔ ''مثلکم'' میں اتنی بات ہی مشترک ہے کہ وہ قاعدہ تخلیق کے مطابق اسی طرح باپ کی پشت اور ماں کے بطن سے پیدا کئے گئے ہیں، جس کے مطابق تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ تمہاری طرح انہیں بھی جسمانی ضروریات لاحق ہیں اور بس۔ وہ نبی ہیں اور تم نبی نہیں ہو سکتے۔ وہ معصوم ہیں۔ تم معصوم نہیں ہو۔ حضور ﷺ اولادِ آدم میں سے ہیں مگر آدم سمیت ساری اولادِ آدم کے سردار ہیں۔

اگر کسی نوری مخلوق کو ہی رسول بنانا واجب ہوتا، جیسا کہ کفار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نبی کیسا ہے جو گلی بازار میں ان کی طرح ہی چلتا پھرتا ہے، تو بھی اللہ تعالیٰ کو اپنے نور میں سے نور کو جدا کر کے محمد ﷺ کی شکل میں مبعوث کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ملائکہ مقربین میں سے جبریل علیہ السلام کو ہی رسول بنا کر بھیج سکتے تھے اور انہی کو بشریت کا لباس پہنا سکتے تھے۔ ذات باری تعالیٰ نا قابل تقسیم اکائی ہے۔ وجودِ وحدت میں سے اگر کسی بھی طرح پر، کسی حصہ کی علیحدگی کو تسلیم کر لیا جائے تو وجودِ واحد کی وحدت میں کسر کا ماننا لازم آتا ہے جو صریح کفر ہے۔ اس لئے نور الٰہیہ میں سے کسی نور کی تخریج محال ہے۔

آفتاب کا نور، اس سے نکل کر جہانوں کو منور کرتا ہے لیکن وجود آفتاب سالم ہے۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ ارض وسما کے نور ہیں۔ یہ نور ان کے نور کا پرتو ہے۔ اس کی توزیع سے وجود باری تعالیٰ میں کوئی کسر واقع نہیں ہوتی، اور اگر حضور ﷺ کے وجود پاک کو ذاتِ احد کے نور کا حصہ مانا جائے تو آپ ﷺ کل کا جزو ہوں گے اور جزو کے الگ ہو جانے سے کل ناقص ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی سالم العقل شخص جزو کے نکل جانے کے بعد کل کو سالم مان سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اس لئے وہ لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ (نور من نور الله) ہیں، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احد میں نقص واقع کرتے ہیں جو صریح کفر ہے۔ یہ عقیدہ بڑا ہی ناقص اور غیر عقلی ہے۔ ناقص اس لئے کہ یہ جزو کو کل سے نکالتا اور پھر مخرج کو نا قابل تقسیم اکائی بھی کہتا ہے۔ ثانیاً: کل خالق ہے اور محمد ﷺ اگر اسی کل کا جزو ہیں تو مخلوق نہیں ہو سکتے۔ جبکہ انہیں اللہ کے نور میں سے نور کہنے والے، ان کو خالق نہیں بلکہ مخلوق ہی مانتے ہیں۔ جزو کا آخر یونٹ مالکیول (Malecule) ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے کل یعنی اصل کے تمام خصائص اپنے اندر رکھتا ہے۔ یوں اگر محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور میں سے ہیں تو چونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرح

خالق ہی نہیں بلکہ دیگر صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ متکبر ہیں تو لازم ہے کہ حضور ﷺ بھی متکبر ہوں جبکہ یہ عقیدہ رکھنے والے بھی آپ کو متکبر نہیں بلکہ متواضع مانتے ہیں۔ سو یہ عقیدہ ہر لحاظ سے باطل اور بودا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ حضور ﷺ بابا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ بابا جی خاکی تھے اور مادۂ خاک، شکل تو بدل سکتا مگر اپنی جوہری نوعیت نہیں بدل سکتا۔ یہی ہر مادہ کی خاصیت ہے۔ لہٰذا اولاد اپنے باپ سے شکل میں تو مختلف ہو سکتی ہے کیونکہ ارحام میں مصور اپنی مرضی کی تصاویر بناتا ہے مگر باپ کے مادہ تخلیق کو تبدیل نہیں کرتا۔ یہ قانون تخلیق ہے۔ ہاں خالق اگر اس قاعدہ سے ہٹ کر اپنی قدرت کا کوئی کرشمہ دکھانا چاہے، جیسا کہ اس نے تخلیقِ عیسیٰ علیہ السلام میں دکھایا تو ڈنکے کی چوٹ پر اپنے اس خارق العادت اقدام کا اعلان کیا۔ اور اگر اس نے حضور ﷺ کو اپنے نور سے بنایا ہوتا تو یہ بھی تخلیق کے عام قانون سے ہٹ کر ایک اقدام ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہاں بھی اسی طرح بانگ دھل اعلان کرتے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی خارق العادت تخلیق کے متعلق کیا ہے اور یہ بات ہمارے جھگڑوں سے طے ہونے کیلئے، بلکہ کبھی طے نہ ہونے کیلئے چھوڑ نہ دیتے۔ ہم یہاں کسی سائنسی دلیل پر اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش نہیں کر رہے بلکہ مادہ کی غیر متقلب خاصیت کا ذکر کر رہے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر رکھ دیا ہے۔

**﴿لقد منَّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولاً من أنفسهم.......... الخ﴾** [آل عمران: ۱۶۴] کا حوالہ ولادت و بعثت محمد ﷺ کے باب میں قرآن مجید کا بیان ہے۔ ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بے شک بڑا احسان فرمایا، جب ان میں ان میں سے اپنا رسول مبعوث فرمایا'' احسان پر شکر واجب ہے۔ سو ہم اس بات پر بڑے ہی شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں حضور ﷺ کا امتی ہونے کے شرف سے نوازا۔ ہم حضور ﷺ پر ایمان لانے والے مؤمنین ہیں اور براہِ راست اللہ کا یہ احسان عظیم ہم پر ہوا۔ اس سے آگے کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ ''جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔ [ترجمہ فاضل'' بریلوی] یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بیان ہے۔ اس میں اس احسان عظیم کی غایت بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ قرآن مجید کے ذریعے مؤمنین کا تزکیہ کرنے کو بھیجے گئے ہیں، پس اگر ہم زبانی طور پر تو اس احسانِ الٰہیہ پر شکر بجالائیں، خوشیاں منائیں، جلوس نکالیں مگر اپنا تزکیہ نہ کر پائیں تو حقیقت یہی ہوگی کہ ہم اس احسانِ الٰہیہ سے کماحقہٗ مستفید نہ ہوتے ہیں اور یہ ناشکری اور کفرانِ نعمت اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے اور اگر ہم اپنی عالمگیر خواری پر غور کریں تو دراصل ہمارا یہی رویہ اس کا باعث ہے۔ حضور ﷺ کی پیدائش پر خوشی اور آپ ﷺ کا امتی ہونے کا فخر دو بڑے توانا جذبے ہیں۔ ہم اُن سے سرشار ہیں اور آپ ﷺ پر اپنے سمیت اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ حضور ﷺ ہمیں اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور اپنی ہر عزیز شے سے

ہزار بار عزیز تر ہیں۔آپ ﷺ سے محبت ہمارا جزو ایمان ہے۔جب ہم اپنے دفتر عمل کی ویرانی پر نظر ڈالتے ہیں اور عاقبت کے حوالے سے لرزہ براندام ہوتے ہیں تو امید کی یہ کرن جگمگا اٹھتی ہے کہ بارگاہِ قُدس میں ہم حضور ﷺ سے بے پایاں، بے کراں اور بے حساب محبت پیش کر کے کم از کم اتنا ثبوت تو بہم پہنچا دیں گے کہ ہم مومن ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہمارے مومن ہونے کا یہی ثبوت مقرر کیا گیا ہے۔مگر حضور ﷺ نے اس ثبوت کی تشریح بھی فرما دی ہے: ''جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی''۔ یہ محبت راگ و ساز سے ثابت نہیں کی جاسکتی۔حُبّ نبیؐ کو عشق کہہ دینے سے بات نہیں بنتی۔نعتِ نبیؐ میں اوصافِ الوہیت شامل کر دینے سے عشق نبیؐ کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔اس عشق نبیؐ کے نام پر قوال ہارمونیم اور طبلہ سارنگی بجا کر جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محمود نہیں۔ یہ سارا کاروبار سنتِ نبویؐ کی خلاف ورزی ہے اور سنت کی خلاف ورزی، حبّ نبیؐ نہیں کہلا سکتی۔میلاد کو عید کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا۔جشن منانے سے سنت پر عمل کا ثبوت نہیں مل سکتا۔حبّ نبیؐ کا ثبوت یہ دینا پڑے گا کہ ہم اپنی پوری زندگی کے تمام معاملات میں حضور ﷺ کو یعنی آپؐ کی تعلیمات کو آخری اتھارٹی تسلیم کریں اور اس سے سرِ مُو انحراف نہ کریں۔یہ کام عمرہ کے ٹکٹ دینے سے نہیں چل سکتا۔روضہ رسولؐ کی شبیہ لے کر گلیوں میں گشت کرنا اگر کوئی محمود فعل ہے تو اس کا ثبوت، مدینہ کی گلیوں سے لانا پڑے گا اور دکھانا پڑے گا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، اصحابؓ نبی ﷺ کے جلو میں یہ جلوس نکالا کرتے تھے اور یہ ثبوت کوئی نہیں لاسکتا۔

﴿قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین﴾[المائدۃ:۱۵] حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور میں سے نور کہنے والے اس آیت کریمہ سے بڑا ہی غلط استدلال کرتے ہیں اور اپنے غلط استدلال کے دوران خود اسی آیت کا باقی حصہ چھوڑ دیتے ہیں جس کے اندر ہی ان کے اس گمراہ کن استدلال کی تردید موجود ہے۔ہم قارئین سے درخواست کریں گے کہ وہ یہ آیت اور اس کا ترجمہ قرآن مجید سے خود دیکھیں اور اندازہ کریں کہ ان سے کتنی بڑی علمی بددیانتی کی جاتی ہے۔میں اس آیت کا پورا ترجمہ لکھ رہا ہوں۔[ترجمہ فاضلؒ بریلوی] ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب، اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے''۔اگر نور اور کتاب دو چیزیں ہیں تو ان کے ساتھ ''بھما'' کی ضمیر آنی چاہیے جبکہ یہاں ''بہ'' کی ضمیر آئی ہے جو واحد مذکر کیلئے آتی ہے۔اور قانون گرامر ہے۔کلام الٰہیہ میں گرائمر کی غلطی کے متعلق احتمال رکھنا بھی کفر ہے۔لہٰذا کتاب اور نور ایک ہی چیز ہے۔نور کو کتاب سے الگ کر کے اسے محمد ﷺ کہنا بہت بڑی اور دانستہ تحریف ہے۔ہمارے پاس قرآن کا ایک اور مقام بھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب کو ہی نور کہتے ہیں۔فاضل مترجم نے اپنی کمال مہارت سے ''آیا'' کا فعل نور کے ساتھ برتا اور کتاب کو فعل سے آزاد کر دیا کیونکہ جاء یعنی آیا کا فعل نور اور کتاب روشن دونوں کو گورن (Govern) کرتا ہے۔اگر نور اور کتاب

کو دو فاعل مانا جائے تو ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب آئے''۔

مگر وہ یہ ترجمہ کر نہ سکتے تھے کیونکہ اس سے آگے ''بہٖ'' کی ضمیر یہ ترجمہ کرنے میں مانع تھی۔ اس مشکل کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ ''نور آیا'' لکھ کر روشن کتاب کو فعل سے نکال دیا۔ اس طرح انہوں نے نور اور روشن کتاب کو دو فاعل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی مگر الحمدللہ آگے چل کر انہوں نے خود ہی ''اس سے'' لکھ دیا جو ''بہٖ'' کی ضمیر کا درست ترجمہ اور نور اور روشن کتاب کو فاعل واحد ثابت کرتا ہے۔ اگر نور اور کتاب روشن دو فاعل ہوتے تو وہ یہ لکھتے: ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ ان سے ہدایت دیتا ہے''۔ مگر ''بہٖ'' کی موجودگی میں وہ ''ان سے'' لکھ ہی نہ سکتے تھے۔ مولانا نعیم الدین نے حاشیہ میں رقم فرمایا:۔ ص ا:۔ سید عالمؐ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ ﷺ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی''۔ **الحمد للہ** محترم مفسرؒ نے (نور من نور اللہ) کی خود ہی تردید کر دی اور حضور ﷺ کو نور ہدایت تسلیم کر لیا۔ ہم اس تفسیر میں ان کے ہم نوا ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ مولانا نعیم الدینؒ کی اس تفسیر کے بعد (نور من نور اللہ) کے قائل فوراً توبہ کر کے اپنی عاقبت سنواریں گے۔ مگر اصولی طور پر فاضل بریلوی ''اس سے'' لکھ کر عنداللہ بری ہو گئے ہیں۔ اب بھی اگر جہلاء حضور ﷺ کو ''اللہ کے نور میں سے نور'' کہنے پر اصرار کریں تو یہ دونوں بزرگواران کے وبال سے بری ہیں۔

اب ہم وہ حوالہ دیتے ہیں جس کا اشارہ ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ ﴿**انا انزلنا التورة فيها هدىً ونورٌ......الخ**﴾ [المائدۃ:۴۴] (ترجمہ فاضل بریلوی) ''بے شک ہم نے توریت اتاری، اس میں ہدایت اور نور ہے''۔ ہدایت اور نور اور کتاب ایک ہی چیز ہے۔ یہاں توریت کے اندر ہدایت اور نور بتایا گیا۔ کیا کوئی پاگل شخص بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ نور سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو توریت میں داخل ہیں اور اللہ کے نور سے نور ہیں۔ ''**وانزلنا معهٗ نوراً**'' ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نور اتارا۔ یعنی آپ ﷺ پر کتاب ہدایت نازل فرمائی۔ اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ''اللہ کے نور میں سے نور'' ہیں تو پھر وہ نور اتارنے والا کون ہے؟ اس کا جواب وہ مصرعہ ہے جو ہم نے ابتدائے تحریر میں لکھا ہے۔ ؎ پردے اندر جیہڑا نور سی اوہ بن کے محمد آ گیا

(نور من نور اللہ) تو محض اک بہانہ ہے۔ اصل عقیدۂ فاسدہ اس مصرعہ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ دراصل خود ہی اللہ ہیں۔ وہ اللہ جو مستور تھا، حضور ﷺ کے قالب میں ڈھل کر ظہور پذیر ہوا۔ دلیل اس کی یہ پیش کی جاتی ہے۔ ''ایک بار حضور ﷺ نے جبریلؑ سے پوچھا وحی کہاں سے لاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ مجھے عرش پر ایک قبہ کے سامنے طلب کیا جاتا ہے۔ اس قبے کے اندر سے جو کلام مجھے سنایا جاتا ہے وہ لے کر آپ ﷺ پر وحی کر دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اب وہاں جانا ہوا تو قبے کے اندر جھانک کر دیکھنا۔ جبریلؑ نے ایسا ہی کیا اور

وہاں بھی حضور ﷺ ہی کو تشریف فرما دیکھا‘‘۔ پس معاملہ یہ نہیں کہ حضور ﷺ، ذاتِ احد کا حصہ ہیں بلکہ یہ ہے کہ خود ہی ذاتِ احد ہیں۔ ؎ کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

جہاں معاملہ یہاں تک ہو، وہاں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے

؎ بریں عقل و ہمت بباید گریست

﴿هو الذی بعث فی الأمیین رسولا منهم......الخ﴾ [الجمعة:۲] ہم نے اوپر بھی جتنی آیات کا حوالہ دیا، ان میں منکم، منهم اور انفسکم آیا ہے۔ یعنی آیات پکار پکار کر بتا رہی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ انسانوں کی جانوں میں سے، ان میں سے نبی بنا کر اٹھائے گئے ہیں۔ بشر رسول ہیں۔ ’’بشرٌ مثلکم‘‘ بنیں۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے آپ کو نورِ ہدایت کہا مگر یہاں سب بے اثر ہے اور اذانِ فجر سے پہلے پیچھے یہ صدا بلند کی جاتی ہے۔

الصلٰوۃ والسلام علیک یا نور اللّٰہ۔ انعامی بانڈ خرید کر قرعہ اندازی کے ذریعے انعام جیتنا تو حرام ہے مگر ان کے ہاں عمرہ کے ٹکٹ کیلئے پرچی خرید کر قرعہ اندازی میں شامل ہونا اور عمرہ کا ٹکٹ لینا دینا، عشق نبیؐ کی دلیل ہے۔ خالق و مالک کو چھوڑ کر مخلوق کو داتا کہنا ان کا عقیدہ ولایت ہے۔ تشبہ بہ بیت اللہ شریف میں مزارات کو عرق گلاب سے دھونا اور ان پر غلاف اور چادریں چڑھانا ان کا طریقہ ہے۔ کوئی یہی بتادے کہ آیا یہ بھی سنتِ نبویؐ ہے؟ مگر یہاں ان باتوں کی کسے پرواہ ہے۔ یہاں تو من مانی کا راج ہے۔ جو جی میں آئے کر گزرو۔ فقہ امام ابو حنیفہؒ سے لے لو۔

بدعات مصر اور ہندوستان سے لے لو۔ دھمال سیہون سے لے لو۔ ماتم شاہ شمس ملتانی سے لے لو۔ چمٹا نور پور سے لے لو اور پھر اس پر تابع اولاد علی اور زیر سایہ ہر ولی لکھ دو تو ان کے اسلام کی مفصل تصویر سامنے آئے گی۔ جب ہم یہ باتیں لکھتے ہیں تو ہمارا دل مسلمانانِ عالم کی زبوں حالی پر روتا ہے کہ جس قوم کے پاس قرآن جیسی انقلاب آفریں کتاب موجود ہے وہ اسے چھوڑ کر کیوں پستیوں میں گر رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے منہ موڑ کر کیوں سرگرداں ہے۔ وہ مغز کو چھوڑ کر چھال کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ وہ حقیقت کو چھوڑ کر سائے کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ سنت کو چھوڑ کر بدعت کو اپنا رہی ہے۔ توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکثریت کے عقائد و اعمال پر فیصلے صادر کرتے ہیں۔ ہماری اکثریت کے عقائد، اعمال اور احوال یہی ہیں۔ اگر یہ سب عنداللہ مقبول ہوتا تو وہ امت مسلمہ کو یوں خوار نہ کرتا۔ امریکہ ہمیں ہمارے گھروں میں آکر نہ مار جاتا۔ پس سوادِ اعظم اپنے عقائد، اعمال اور احوال کی غلطی کو تسلیم کرے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کی اصلاح کرے۔ وارث شاہ کی ہیر کو پنجابی کا قرآن، مثنوی مولانا روم کو پہلوی قرآن اور ہدایہ کو کالقرآن کہنے والے کبھی تنہائی میں سوچا کریں وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ فاران کی چوٹیوں سے پھوٹنے والا نورِ اسلام آخر رسم کڑی بنا دیا گیا۔ فاعتبروا یا أولی الأبصار۔